Vol. 6 No.4 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

خواتین شعرا کا عمرانیاتی شعور تخصیصی مطالعہ :کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر

عفیفہ ارشاد

پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی یو، لاہور

حافظ غلام مرتضی

لیکچرار، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور

Abstract

Society is comprised on individuals and women is an integral part of this society. On one side they are the central point of all the literature being women and on the other side they are getting their stature as poetess and writer.A specific study with sociological reference is being done in this article with the reference of three Urdu poetess. The early poetry of Kishwar Naheed, Fahmida Riaz and Perveen Shakir expresses the love stories but with the passage of time the social problems become the topic of their poetry specially the suppressed era of martial law , the censorship on poets and writers, social injustice and women assault.

There is a lot of criticism on their bold and open style. Fahmida Riaz specially had to live in exile. But their loyalty with Urdu Literature is quite firm. In this article the poems of the above mentioned poetesses are viewed. These poems represent their era.In the poetry of Fahmida Riaz we observe the blackness of martial law, in which there was a lot of stress. Her political vision force her to observe society from a particular angle. Her personal life also personified the same.Kishwar Naheed 's poetry throws light not only on social stress but also on feminism. She evaluate the society with a specific female point of view and expresses her views boldly.

The canvas of Parveen Shakir's poetry is very vast. She not only discusses the politics in society but also throws light on the disgrace of writers and yellow journalism. She has also hard feelings on the behavioural changes in the society. There is a variety of issues and topics in her poetry. The UDC Diary, Ketchup, International Issues, Love of Indus, Tactics of bureaucracy, Ruined cities, Friendship, Hatred and Problems of Governance are the poems which cover all the aspect of society. Depiction of burning issues with boldness is a salient feature of all the three above mentioned poetesses. Their poetry become universal as the whole world specially the third world is facing such problems.

Key Words:

sociological reference , social problems , suppressed era of martial law , censorship , social injustice , bold and open style , feminism , disgrace of writers

فن پارے کو جانچنے،پرکھنے اور اس کی قدروقیمت کا تعین کرنے کے لیے بہت سے طریقہ ہائے کار مروّج ہیں۔ ادبی فن پاروں کی تفہیم کے لیے کبھی تاثراتی اور جمالیاتی طریقہ کار سے کام لیا گیا اور کبھی نفسیاتی دبستان کے حوالے سے فن اور فن کار کے سوانحی حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد ادب پر ان کے اثرات کا کھوج لگایا گیا۔وقت اور معاشرے کے چلن میں بدلاؤ آنے کے ساتھ ساتھ فن پارے کی قدر و قیمت کا تعین کرنے کے لیے جدید علوم کی مدد لی جانے لگی۔ عمرانی تنقید بھی جدید رجحانات میں سے ایک رجحان ہے جو فن پارے کو سمجھنے کے لیے فن کار کے معاشرتی ماحول کو سمجھنے پر زور دیتی ہے۔ ادیب، شاعر، مصور، سنگ تراش، مجسمہ ساز اور موسیقار معاشرے کا حساس ترین طبقہ تصور کیے جاتے ہیں۔معاشرے کے فرد کی حیثیت سے یہ جو کچھ بھی دیکھتے ہیں ان کا فن اس کا اظہار کرتا ہے۔

ادب معاشرے کی سماجی دستاویز ہے۔ ایک خاص حد تک ہر دور کے ادب کا کوئی نہ کوئی میلان ضرور ہوتا ہے۔ شاعر اور ادیب اسی میلان کا استعمال کرتے ہوئے ادب تخلیق کرتے ہیں اور ادب کی یہی زمانیت اسے قبولیت اور دوام بخشتی ہے۔ڈاکٹر محمد حسن نے اس بارے میں لکھا ہے:

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

”ہر شاعر اور ادیب کی نجی حسّیت وسیع تر اجتماعی حسیت کا حصہ بھی ہے اور اس کی نمایندہ بھی اور انفرادی حسّیت ہی نہیں انفرادی زندگی اور انفرادی رویوں کا مطالعہ بھی پورے سماج کے مطالعے پر محیط ہو جاتا ہے اور یہی رویے کبھی ادب کی دنیا کی دھوپ چھانو میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی سماج کی ساخت اور اس کی تبدیلیوں کی نشاندہی کرتے ہیں“۔ ١ے

عمرانیاتی ادب اور نقد کی شروعات اس وقت سے ہوئی جب افلاطون نے مصنف اور شاعر کا معاشرے سے باہمی تعلق واضح کرنے کی کوشش کی۔ افلاطون و ارسطو سے لے کر موجودہ دور کے تمام ناقدین تک کے اس سفر میں شاعری اور عمرانیات کے تعلق اور حیثیت کو ہمیشہ بہت اہم سمجھا جاتا رہا ہے۔مسلم معاشروں میں امام غزالی، ابن خلدون،ابو نصرفارانی،اورابن رشد جیسے مفکرین نے علم و ادب اور معاشرے کے روابط پر بحث کی۔ عمرانیات ایک سماجی سائنس ہے جو اپنے موضوع کا مطالعہ تاریخی، تحقیقی اور تجزیاتی انداز میں کرتی ہے۔ ادب کی سطح پر یہ اصطلاح بیسویں صدی میں Kenneth Burke نے اپنے مضمون ” Literature as equipment for living“میں استعمال کی تھی۔

Social criticism is literary criticism directed to understanding (or placing) literature in " its larger social context; it codifies the literary strategies that are employed to represent social contructs through a socioogical methadology. Social criticism analyzes both how ."the social functions in literature and how literature works in society". 2

عمرانی نقاد زبان، ثقافت، خیالات، سیاسی حالات، معاشرتی بہاؤ اور فن پارے کے باہم تعلقات کا مطالعہ کرتا ہے؛ ان تعلقات کا فن اور فنکار پر جو بھی اثر مرتب ہو، اس کا تجزیہ ہی عمرانی تنقید کا نچوڑ ہے۔ احمد سہیل صاحب نے اپنے مضمون ”عمرانی تنقید“ میں اس بات کی وضاحت کچھ یوں کی ہے:

”عمرانیات کھلے ذہن کا علم ہے جس کی بنیاد سائنسی نوعیت کی ہوتی ہے اور اس ہی سے اس کی جمالیات خلق ہوتی ہے۔ اس میں ہوا میں باتیں نہیں ہوتیں۔ اس میں عقل اور منطقی نتائج کی فکری روشنی میں یہ مرکوز مطالعہ کیا جاتا ہے“۔ ٣ے

ادبا اور شعرا معاشرے کا اہم رکن ہیں۔ کسی شاعر یا ادیب کا مزاج، عقائد و نظریات، فکر و احساس، نفسیاتی الجھنوں، اس کے معائب اور محاسن میں معاشرتی ماحول ایک موثر قوت کے طور پر کام کرتا ہے؛ چنانچہ کسی بھی ادیب یا شاعر کے فن پارے کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے معاشرتی ماحول کو سمجھا جائے۔ ڈاکٹر ضیاالحسن صاحب اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ”اردو تنقید کا عمرانی دبستان“ میں لکھتے ہیں:

”عمرانی تنقید ادب کا مطالعہ ایک سماجی دستاویز کی طرح کرتی ہے۔ وہ کسی عہد کے ادب یا کسی ادیب کی تحریروں سے اس عہد کی سماجی صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ عمرانی تنقید کسی فن پارے سے اس دور کے جذبات، احساسات، تہذیب واقدار اور تصورات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے“۔ ٤ے

عمرانیات اور ادب ایک سے زیادہ سطحوں پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ایک عمرانی نقاد تخلیق میں عصری شعور اور سماجی محرکات تلاش کرتا ہے۔ یہ مخصوص سماج اور معاشرے سے وابستہ رجحانات کا تجزیہ ایک خاص عہد کے ذہنی پس منظر میں کرتا ہے تاکہ فن پارے اور فن کار کا باہمی ربط واضح ہو۔

Vol. 6 No.4 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے اور خواتین معاشرے کا اہم ترین جزو ہیں۔ صنفِ نازک ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر کے فنون لطیفہ کا مرکز و محور ہیں۔ ایک دلکش نغمہ ہو یا دلفریب مسکراہٹ، کوئی گیت ہو یا ٹھمری، شاعری ہو یا مصوری، مجسمہ سازی ہو یا کوزہ گری؛ عورت اس کا بنیادی خیال ٹھہری۔ ادب اور خصوصاً اردو ادب کی صنف غزل تو خاص طور پر عورت کے لیے وجود میں لائی گئی۔ بقول سلطان شاہد:

> ”جب اس سے متعلق کی گئی گفتگو (غزل) اس قدر خوبصورت تھی تو پھر وہ پیکر رعنائی خود جب کوئی نغمہ تخلیق کرے گی تو وہ کتنا خوبصورت ہو گا؛ سراپا موسیقی جب خود کوئی گیت چھیڑے گی تو وہ گیت کتنا الوہی ہو گا اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں“۔ ؎۵

جذبات کے اظہار کا جو سفر خواتین نے میرا بائی سے شروع کیا تھا وہ آج نکتہ عروج پر ہے۔ ماہ لقا چندا بائی، لطف النساء بیگم، امراؤ بیگم (عابدہ) جیسی شاعرات نے جو بنیاد فراہم کی اسی پر ادا جعفری، زہرہ نگاہ، عذرا عباس، فاخرہ بتول، سارہ شگفتہ، نوشی گیلانی، شاہین مفتی،فاطمہ حسن، نسرین انجم بھٹی، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض اور پروین شاکر جیسی شاعرات نے ایک مضبوط عمارت بنائی۔ ان شاعرات کے یہاں روایات کی پاسداری ہے اور تہذیبی اقدار بھی ہیں۔ محبت کے نغمے بھی ہیں اور حقیقت کی تلخی بھی۔ اپنے تخلیقی عمل سے انہوں نے نہ صرف مرد سماج کے ذہنوں پر دستک دی بلکہ اپنے نظریات و خیالات اور استعاراتی و تمثیلاتی انداز سے اردو ادب کو ایک خاص سمت و رفتار بھی عطا کی۔ محمد مستمر نے اپنے مضمون ”نظم نگاری میں خواتین کا حصہ (اسّی کے بعد)“ میں لکھا ہے:

> ”جب ہم اسّی کے بعد کی نظموں کا غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ اسّی کے بعد نمو پذیر شاعرات نے اپنی شاعری میں ان تمام جذبوں اور احساسات، حالات و واقعات کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے جن کا وہ مشاہدہ کر رہی تھیں اور کر رہی ہیں“۔ ؎۶

اس مقالے میں اردو زبان کی تین مشہور شاعرات کے کلام کا تخصیصی مطالعہ عمرانیاتی تناظر میں کیا جا رہا ہے تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ معاشرہ اور شاعری کس طرح ایک دوسرے کے عکاس بنتے ہیں۔

کشور ناہید(۰۴۹۱)، فہمیدہ ریاض (۸۱۰۲-۶۴۹۱) اور پروین شاکر(۴۹۹۱-۲۵۹۱)شخصی و فنی حیثیت سے اردو شاعرات میں نمایاں ترین نام ہیں۔ان کی شاعری میں عمرانیاتی عناصر کی تلاش کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان کے حالاتِ زندگی پر ایک نظر ڈالیں۔

کشور ناہید نے سخت مذہبی ماحول میں پرورش پائی اور حالات سے بغاوت کرتے ہوئے نہ صرف اعلیٰ تعلیم حاصل کی بلکہ پسند کی شادی بھی کی جو مسائل کا شکار رہی۔سیاسی و سماجی مسائل اور خصوصاً خواتین کے حقوق کی پامالی کے بارے میں لکھنا ان کا پسندیدہ موضوع ہے۔

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

فہمیدہ ریاض کا تعلق ایک تعلیم یافتہ گھرانے سے تھا تاہم ایک روایتی شادی نے ان کی زندگی کو بدل ڈالا، طلاق اور پھر دوسری شادی نے ان کے خیالات کو مزید تبدیل کیا اور ان کی توجہ سماجی مسائل خصوصاً ملکی سیاست اور مارشل لا ء کی وجہ سے معاشرے میں آنے والی تبدیلیوں کی جانب مبذول ہوئی جس کا اظہار انہوں نے نظم اور نثر دونوں میں کیا اور دادِ سخن پائی۔

پروین شاکر کا تعلق بھی ایک روایتی مگر تعلیم یافتہ گھرانے سے تھا۔انہیں بھی ایک روایتی شادی اور طلاق کا سامنا کرنا پڑا جس نے زندگی کے بارے میں ان کے نکتہ نظر کو یکسر تبدیل کر دیا۔ آپ ایک سی ایس پی آفیسر بھی تھیں۔ دفتری نظام اور اس کی قباحتیں،معاشرتی جبر اور خواتین کی حالتِ زار، سیاسی و سماجی مسائل کی بہترین تصویر کشی ان کے کلام کا خاصہ ہے۔کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض نے شاعری کے ساتھ ساتھ نثر پر بھی بھرپور توجہ دی۔ تاہم اس مقالے میں ان کی شاعری اورطوالت سے بچنے کے لیے صرف نظموں کوزیر بحث لایا گیا ہے۔

فہمیدہ ریاض اور کشور ناہیدنے ہم عصر اور ہم عمر ہونے کے ناطے سنِ شعور کو پہنچتے ہی اس عصری حسّیت اور زمانی شعور کا ادراک کر لیا جس نے ان کی شاعری پر دور رس اثرات مرتب کیے۔تینوں شاعرات نے جب شاعری کا آغاز کیا تو کم عمری اور نوجوانی کا الھڑ پن ان کی شاعری میں نمایاں تھا۔ اس دور کی شاعری میں محبت، خوشی، عشق کی سرشاری اور مرد و عورت کے جسمانی تعلقات کے بارے میں بے باکی سے اظہار کیا گیا جو ہماری معاشرتی روایات سے لگا نہیں کھاتا تھا۔اسی وجہ سے فہمیدہ کشور اور کشور ناہید پر سخت تنقید کی گئی اور پروین شاکر کے اولین دور کی شاعری پر بھی یہ اعتراض کیا گیاکہ اس میں کوئی آدرش اور گہرا فلسفۂ حیات نظر نہیں آتا۔ مگر گزرتے وقت کے ساتھ تینوں شاعرات کے یہاں محبت انفرادی سطح سے پوری انسانیت کی طرف رُخ موڑتی نظر آتی ہے۔
جنرل ایوب کے مارشل لاء سے شروع ہو کر جنرل مشرف کی لولی لنگڑی جمہوریت تک کے سفر میں جو ہزیمت اس قوم نے اٹھائی اس کا اثر ان کی شاعری میں جھلکتا ہے۔ پروین شاکر عمر میں ان دونوں سے چھوٹی تھیں مگر انہوں نے بھی یہ بات جلد محسوس کر لی تھی کہ ملک میں جمہوریت کا فقدان ہے اور مصنف و شاعر پابندی اظہار کی زد میں ہیں۔ سیاسی گھٹن اور نادیدہ خوف کے سائے ہیں جو اس ملک کے عوام کو جکڑے ہوئے ہیں۔ ان حالات کی عکاسی کے لیے ان شاعرات نے زیادہ تر نظم کے میدان کو چنا؛ کیونکہ وہ معاشرے کے جبر اور پابندیوں کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔ اسی لیے غزل کا پابند رویہ انہیں اپنی راہ میں مزاحم محسوس ہوا اور نظم کے میدان میں انہیں آزادی سخن کا احسا س ہوا۔معاشرتی جبر اور اصناف کا باہمی تعلق واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر ضیاالحسن نے لکھا ہے:

> "معاشرے کی ساخت اور ادبی اصناف کی ہیئت میں گہرا تعلق پایا جاتا ہے"۔ ۷

اس بات کی وضاحت میں انہوں نے مزید لکھا ہے کہ جب سماج پابند تھا، سماجی حدود و قیود زیادہ تھیں تو شاعری میں قافیہ، ردیف اور مخصوص ہیئتیں رائج تھیں مگر انیسویں اور بیسویں صدی میں سماج، سیاسی و معاشرتی حوالے سے بدلا تو اصناف بھی بدلیں، یہی وجہ ہے ان تینوں شاعرات کے یہاں نظموں کا رجحان واضح ہے۔ یہ نظمیں اپنے عہد کی سماجی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسرکوثر مظہری نے اپنے مضمون "فہمیدہ ریاض: انحراف کی آواز" میں ان کے اسی سیاسی و سماجی شعور کے بارے میں لکھا ہے:

> "فہمیدہ ریاض دوسری شاعرات کی طرح محض شعر و ادب سے دلچسپی نہیں رکھتیں بلکہ وہ معاشرے میں ہو رہی تبدیلیوں اور سیاسی اتھل پتھل سے بھی پوری طرح واقف نظر آتی ہیں۔ یہ بھی کہ وہ کسی مسئلے پر محض "sweeping remarks" نہیں دیتیں بلکہ پوری توجہ اور گہرائی سے اس مسئلے پر غور و فکر کرنے اور اس کے مالہ و ماعلیہ (pros & cons) کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے موقف کا اظہار کرتی ہیں"۔ ۸

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مارشل لاء نے ان کی (فہمیدہ ریاض) کی ذاتی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ جنرل ضیا الحق سے نظریاتی اختلاف کی وجہ سے انہیں سات سال بھارت میں جلا وطن رہنا پڑا۔ جب وہ واپس آئیں تو جلد ہی انہیں ایک بار پھرمارشل لاء اوربعد ازاں نام نہادجمہوریت کا سامنا کرنا پڑا۔کٹھ پتلی حکمران اور لاچار عوام۔ان کی نظم ''شہر والو سنو'' ایسے ہی المیے کا بیانیہ ہے۔لکھتی ہیں:

''شہر والو سنو !

اس بریدہ زبان شہر میں قصہ گو خوش بیاں آئے ہیں

شہر والو سنو، اس سرائے میں ہم قصہ خواں آئے ہیں''۔ ۹؎

یہ ایک عجیب شہر ہے جس میں رہنے والے بہت حسین ہیں مگر ان کی کٹی ہوئی زبانیں ان کے حُسن کو گرہن لگاتی ہیں۔ اس شہر کے جوان کسی پُر اسرار عمل کی وجہ سے بوڑھے ہو چکے تھے اور اس مملکت پر جانور حکومت کرتے تھے:

''وہ عجیب مملکت

جانور جس پہ مدت سے تھے حکمراں

گو رعایا کو اس کا پتہ تک نہ تھا

اور تھا بھی تو بے بس تھے، لاچار تھے

ان میں جو اہل دانش تھے مدت ہوئی مر چکے

جو زندہ تھے، بیمار تھے''۔ ۱۰؎

جبر و گھٹن کا شکار وہ معاشرہ جہاں حرفِ حق کہنے پرپابندی لگ چکی تھی، جہاں کے حکمران انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں تھے، جہاں کوڑے تھے، کال کوٹھریاں تھیں، جیل تھی، سنسر شپ تھی، ادیب اور شاعر جیلوں میں جانوروں کی طرح ٹھونسے جا رہے تھے، عوام کی اکثریت بزدلی کو مصلحت کوشی کا نام دے کر خاموش تھی۔کسی کو بولنے کا یارا نہ تھاکیونکہ:

''جسم پر پیرہن پارہ پارہ

گولیوں سے بدن پارہ پارہ

بے سہارا لہو بہہ رہا ہے

خون بیدار ہے جلد سوتا نہیں

سینۂ سنگ میں جذب ہوتا نہیں

تازہ تازہ لہو بہہ رہا ہے''۔۱۱؎

جب اظہارِ رائے کی پاداش میں موت ارزاں کر دی گئی، جب نجی ملکیتیں بحق سرکار ضبط کر لی گئیں، جب حرف حق کی بجائے حرف حاکم مقوم ٹھہرا، ایسے مشکل وقت میں فہمیدہ جیسے سر پھرے لوگ ظلم کی یہ داستانیں بیان کرتے رہے۔ فاطمہ حسن نے ''اردو شاعری میں عورت کا شعور'' میں ان کی شاعری کے بارے میں لکھا ہے:

''ان کی تخلیقات گہرے سماجی شعور کی آئینہ دار ہیں۔ فہمیدہ کو مزاحمتی ادب کے حوالے سے بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ان کی مزاحمتی شاعری کی کئی جہتیں ہیں۔فہمیدہ نے ایسے موضوعات پر بھی لکھا ہے جو بہت تلخ تھے''۔

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

ان کی نظمیں ''آدمی کی زندگی''، ''زادِ راہ'' ، ''خانہ تلاشی'' ، ''کوتوال بیٹھا ہے''، ''دیوار''، ''اکیلا کمرہ'' ، ''۲۳ مارچ۱۹۷۴'' اور طویل نظم ''کیا تم پورا چاند نہ دیکھو گے'' ایک ایسے معاشرے کی کہانی سناتے ہیں جو سیاسی، معاشرتی و معاشی کشمکش کا شکار تھا، جہاں پر سماج شکست و ریخت کا شکار تھااور ایک عورت کی قلم فرسائی بھی ناقابل برداشت تھی، جہاں مفلسی تھی، منافرت تھی، انسانی حقوق کی پامالی تھی۔ اس دور میں انھوں نے جو نظمیں لکھیں وہ جبر کے اس دور کی دلخراش گواہی بن گئیں۔ یہ نظمیں نہیں رزمیہ ہیں جو قلم اور بوٹ کی جنگ کا احوال بتاتی ہیں۔''دھوپ'' کی غزلیں ہوں یا ''میری نظمیں'' تکلیف کا اظہار''پتھر کی زبان'' میں کیا گیا ہو یا ''ہمرکاب'' میں، ان کے قلم کی کاٹ ہمیشہ گہری رہی ہے۔آمنہ مفتی نے اسی بارے میں لکھا ہے:

> ''اس کے لفظوں کے تیزاب سے بڑی بڑی موچھوں والے مردوں اور مال و منال والے بادشاہوں کے محلوں کے مینار گلنا شروع ہو جاتے تھے''۔ ۵

چار فوجی حکمرانوں کے دور حکومت میں جس طرح آزادی رائے کو کچلا گیا، معاشرے کو گونگا بنایا گیا، سچ بولنے اور لکھنے کی پاداش میں مصنفین اور شعراء کو پابند سلاسل کیا گیا، اس طرزِ عمل نے ایک نیم باغیانہ روش کو جنم دیا جس کا خوبصورت اظہار کچھ یوں کیا گیا:

> ''آؤ اے ہم وطنو! رقص کرو، رقص کرو
> غیظ کا رقص، بکھرتے ہوئے پندار کا رقص
> رنج و رسوائی کا، امیدِ نگوں سار کا رقص
> پیرہن چاک کرو مصلحت اندیشی کا
> اپنے اشکوں کی برستی ہوئی بوچھاڑ میں آؤ
> یہ جھجکتے ہوئے بازو تو ہوا میں لہراؤ''۔ ۶

زمانی و مکانی ہم عصریت کی وجہ سے اس ماحول اور معاشرے کی جبریت اور گھٹن ہمیں کشور ناہید کے یہاں بھی نظر آتی ہے۔کشور ناہید کی نظمیں نسائی اور معاشرتی شعور سے بڑھ کر ایک اجتماعی شعور کا اظہار کرتی ہیں جو شاعری کو آفاقیت عطا کرتا ہے۔عبدالعزیز ملک نے کشور ناہید کے رجحانات کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ''کشور ناہید کی تحریروں میں نسائی جذبات و احساسات کی دلکشی کے متوازی سیاسی عمل اور سیاسی نقطہ نظر بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پروان چڑھا ہے۔ اس کا باعث یقینا وہ عہد ہے جس میں کشور نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات گزارے ہیں۔''۔ ۷

''لب گویا'' سے شروع ہونے والا سفر ''بے نام مسافت'' ، ''گلیاں دھوپ دروازے'' سے ہوتا ہوا ''ملامتوں کے درمیان'' ، ''سیاہ حاشیے میں گلابی رنگ'' اور ''میں پہلے جنم میں رات تھی'' تک پہنچتا ہے۔ یہ سفر ایک شوخ و شنگ حسینہ سے ایک باشعور باغی عورت کی داستانِ حیات ہے جو معاشرے میں ''عورت بحیثیت انسان'' کے حقوق کے لیے سر گرم عمل ہے۔جو کبھی ''شریعت بل'' پر بحث کرتی ہے تو کبھی ''ہم گناہ گار عورتیں'' لکھ کر اہل منبر کو للکارتی ہے۔ کبھی وہ معاشرے میں پھیلی نا انصافی پر کڑھتی ہے، کبھی نظامِ عدل کا نوحہ لکھتی ہے اور کبھی ''سپیڈی ٹرائل'' جیسی نظمیں لکھ کر غیر جمہوری قوتوں کو غصہ دلاتی ہے:

> ''اب بندوق حفاظت کے لیے نہیں
> عداوت کے لیے استعمال کی جاتی ہے
> لوگوں۔بہت سے لوگوں سے عداوت

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

احساس سے عداوت
میرے کتنے ہی ساتھیو ں کو
حق کی دہلیز پر کھڑے ہونے کے جرم پر
گولی مار دی گئی

میرے پاس تو ارادے ہیں
تمھارے پاس کیا ہے
محض ایک آرڈننس"۔ ۱۶

اس سیاسی گھٹن، عدم برداشت کے رویے، حق کی پاداش میں سولی پر چڑھانے کے عمل نے معاشرے کے ذہنی و فکری ارتقاء میں وہ روکاوٹیں پیدا کیں کہ آنے والی نسلیں فکری طور پر بانجھ ہونے کے خطرے سے دوچار ہو گئیں۔ اختلا ف کے ہر زاویے کو کچلنے کے لیے پورے سماج پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کی دی گئی۔ انسانوں کی بجائے کٹھ پتلیوں کی طلب میں اضافہ ہو گیا۔ اپنی نظم"دفعہ ۱۴۴" میں اس کا اظہار کچھ یوں کیا ہے:

"ہم بہرے پن کے متلاشی ہیں
کہ جہاں لفظ و معنی، صرف ہلتے لبوں کی جنبش میں
قید ہوتے ہیں
جنبش۔کٹھ پتلیوں کے تار ذرا بھی غلط ہل جائیں
تو سارا کھیل چوپٹ ہو جاتا ہے
یہ کھیل تو رہے گا
اندر کے خوف کو رعشہ مت بننے دو"۔ ۱۷

اردو ادب اور خصوصاً شاعری پر اگر مارشل لاء کے اثرات کا جائزہ لیا جائے تو یہ عیاں ہو گا کہ زباں بندی کے حکم کو ادیب نے تخلیقی سطح پر قبول کر لیا تھا اور تخلیق میں واضح اظہار کی جگہ علائم نے لی تھی۔ڈاکٹر انور سدید نے اس رجحان کے بارے میں لکھا ہے:

"اس دور کی شاعری میں بے دست و پائی اور لب بستگی کا احساس جو نمایاں نظر آتا ہے وہ فوری تاثر کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ سابقہ دور کا عطیہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ شاعر ایک داخلی غم سے دوچار ہے۔ مستقبل گرہ دار اور حال بے یقینی کی زد میں نظر آتا ہے۔مجموعی طور پر ظلمت کا احساس نمایاں ہے۔"

۱۸

ہمیں ایک ایسی نسل درکار تھی جو سوال نہ کرے، جو محض جسم رکھتی ہو، جو حاکم وقت کو خدا سمجھے، جووعدوں اور تقریروں پر بہل جائے۔ "تقریر نمبر۲۷" ایک ایسی تنظیم ہے جو ہمارے روایتی سیاست دانوں کے بارے میں بتاتی ہے جو ہر موقع کے لیے ایک تقریر جیب میں لیے پھرتے ہیں۔ تقریر نمبر۱۰، غریبوں کے ذہن جگانے کے لیے لکھی گئی ہے۔ "تقریر نمبر۵۱" عورتوں کے حقوق کے لیے لکھی گئی او ر "تقریر نمبر۲۷" مصنفین کے لیے ہے کہ وہ کسی منشور پر عمل کریں جبکہ وہ خود (سیاست دان)اپنے منشور کی دھجیاں اڑاتے پھرتے ہیں:

”موسم کا حال پڑھ کر موسم کے بارے میں تقریر کرنے والے
گلی میں بہتی نالیوں کو دیکھنے کب آئیں گے
شجر کاری کے دنوں میں انقلاب کا پودا لگا دینے سے
انقلاب کا جنگل اگا نہیں کرتا “۔ ۱۹؎

کیا عوام ہمیشہ کور نظری کا شکار رہیں گے۔ حکومت کیا کر رہی ہے؟ معاشرہ کیسے بدلے گا؟ سماج عورت کا اس کا حق کب سے گا؟ محبت کے نام پر کب تک دھوکہ دیا جاتا رہے گا؟ یہ وہ سوال ہیں جو کشور اپنی شاعری کے ذریعے کرتی ہیں۔ ”ہڑ بیتی“ ، ”کنویں کی آوازیں“ ، ”دست غیب“ ، ”میں کون ہوں“ ، ”التماس“ ، ”آگ اور برف کے درمیان“ ایسی نظمیں ہیں جو معاشرے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتی ہیں اور فرد کو عمل پر اکساتی ہیں۔ ناہید کی شاعری کے بارے میں محمد حمید شاہد نے اپنے مضمون ”جہد مسلسل کا نام کشور ناہید“ میں لکھا ہے:

”ظلم کہیں ہو، آواز کہیں اور سے اٹھے نہ اٹھے اس باوقار عورت کی آواز ضرور اٹھتی ہے۔ ایسی آواز جو سب سے بلند ہے اور سب سے الگ “۔ ۲۰؎

پروین شاکر نے بھی مارشل لاء کا زمانہ دیکھا اور اس کرب کا اظہار ان کے یہاں بھی نظر آتا ہے۔ پروین شاکر کی فنی زندگی کا آغاز ”خوشبو“ سے ہوا، جو نسائیت کا ایک منفرد اظہار تھی۔ ”خود کلامی“ ، ”صد برگ“ اور ”انکار“ تک کے سفر میں ان کے خیالات میں بے پناہ ارتقا آیا۔ وہ خود لکھتی ہیں کہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میری شاعری صرف ”خوشبو“ ہے۔ دل میں اترتی ہوئی، روح پر شبنمی ہاتھ رکھتی ہوئی مگر یہ ذہن کو صرف ہلکے سے چھو کر گزر جائے گی۔ اس لیے انہیں مشورے دیے گئے کہ وہ کوئی فلسفیانہ قسم کے آدرش شاعری میں پیش کریں۔ مگر پروین شاکر نے اپنے فن کو وقت کی آنچ پر دھیمے سے پکنے دیا۔ ”خوشبو“ میں فہمیدہ ریاض سے ملاقات اور بات چیت کا احوال ایک نظم ”مسئلہ“ میں بیان کیا گیا ہے۔ جب فہمیدہ ریاض نے کہا کہ وہ اپنی پرانی شاعری کو ڈس اون کرتی ہیں کیونکہ اس میں سماجی شعور نہیں تھا۔تب پروین شاکر نے بھی پہلی بار سوچا تھا کہ کیا وہ بھی کبھی معاشرتی مسائل پر لکھیں گی:

”پتھر کی زباں کی شاعرہ کے
چنبیلی سے نرم ہاتھ تھامے
خوشبو کی سفیر سوچتی تھی
درپیش ہواؤں کے سفر میں
پل پل کی رفیقِ راہ۔میرے
اندر کی یہ سادہ لوح ایلس
حیرت کی جمیل وادیوں سے
وحشت کے مہیب جنگلوں میں
آئے گی۔تو اس کا پھول لہجہ
کیا جب بھی صبا نفس رہے گا!؟
وہ خود کو ڈس اون کر سکے گی !؟“۔ ۲۱؎

بدلتے وقت اور حالات نے پروین شاکر کی ذہنی اپج کو متاثر کیا اور محبت کے گیتوں میں مگن لڑکی جلد ہی معاشرے اور حالاتِ حاضرہ میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئی۔ان کے فن کا یہ ارتقائی سفر واضح طور پر معاشرتی رُخ اختیار کرتا نظر آتا ہے۔ اپنی نظم ''ندامت'' میں لکھتی ہیں:

''میری تمام نظموں کا انتساب اب تک صرف میرے اپنے نام رہا
اور میں خود کو محبت کی شاعرہ سمجھ کر
خوش ہوتی رہی
میں نے کوڑے کے ڈھیر پر بلی کی طرح چلتا بچہ نہیں دیکھا
میں نے اینٹ کا تکیہ بنا کر سوتا ہوا راج نہیں دیکھا''۔ ۲۲؎

جب انھیں معاشرے کا یہ بھدا پن نظر آنے لگاتو زندگی کے بارے میں ان کا نقطہ نظر اور شاعری کے موضوعات دونوں بدل گئے۔سید تقی عابدی نے اپنے مضمون ''پروین شاکر کی شخصیت اور فن کا گلدستہ'' میں لکھا ہے:

''پروین کے دوسرے مجموعے ''صد برگ'' میں یہ ذہنی اور شعری سفر ترقی کرتا گیا۔ یہاں اب غمِ جاناں کے ساتھ ساتھ غمِ دوراں بھی اشعار کے خمیر میں گوندھا گیا......اس مجموعے میں سماجی،ثقافتی، سیاسی اور خاندانی مسائل کا درد و کرب بھی محسوس کیا جا سکتا ہے''۔ ۲۳؎

پروین شاکر کو اپنے اندازِ فکر کے لیے نظم کا پیکر ہی زیادہ مناسب محسوس ہوا۔انہیں بھی ملک میں پھیلے ہوئے وحشتوں کے سائے اور ان کا سبب جلد ہی نظر آ گیا۔ ان کی نظمیں ''حبس بہت ہے'' ، ''بہت دل چاہتا ہے'' ، ''چیلنج'' ، ''۶ستمبر۱۹۸۷ کے لیے ایک دعا'' ، ''شہزادی کا المیہ'' ، ''سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال''، اسی سیاسی المیے کا اظہار ہیں جس کے بارے میں فہمیدہ ریاض اور کشور ناہید بھی لکھ چکی ہیں۔ڈاکٹر قمر رئیس کا خیال ہے کہ یہ نظمیں اس سیاسی و سماجی صورتحال پر بہترین تبصرہ ہیں۔ان کا کہنا ہے:

''میرے نزدیک ہر ادبی تخلیق خواہ وہ کسی بھی باطنی تجربے یا داخلی حقیقت کا اظہار ہو اس کا پیرائیہ بیان کتنا ہی نازک اور تہہ دار ہو، کسی نہ کسی سماجی صورت حال کا عکس ہوتی ہے اور صرف عکس ہی نہیں وہ اس پر تبصرہ بھی ہوتی ہے، اس کی تفسیر بھی اور تنقید بھی''۔ ۲۴؎

پروین شاکر کی نظم ''حبس بہت ہے'' علامتی انداز میں ان پابندیوں پر تبصرہ ہے جو اس وقت روا رکھی جا رہی تھیں:

''لفظ سے معنی بچھڑ چکے ہیں
لوگ پرانے اجڑ چکے ہیں
نابینا قانون وطن میں جاری ہے
آنکھیں رکھنا
جرم قبیح ہے
قابل دست اندازی حاکم اعلیٰ ہے !
حبس بہت ہے''۔ ۲۵؎

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

پروین شاکر معاشرے میں پائی جانے والی اس بے حسی اور نا انصافی پر بہت کڑھتی تھیں۔ انہیں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے گھر کا تقدس پامال کر دیا گیا ہے۔اپنی نظم ''بہت دل چاہتا ہے'' میں لکھتی ہیں:

''بہت دل چاہتا ہے
کسی دن غاصبوں کے نام لکھوں ایک کھلا خط
لکھوں اس میں
کہ تم نے چور دروازے سے آ کر
میرے گھر کا تقدس
جس طرح پامال کر کے
توشہ خانے کو تصرف میں لیا ہے
تمھاری تربیت میں، یہ رویہ
دشمنوں کے ساتھ بھی زیبا نہیں تھا''۔ ۲۶؎

ان کی نظموں کی اسی رنگا رنگی کے بارے میں نایاب حسن نے لکھا ہے:

''معاملاتِ حسن و عشق کے علاوہ معاشرت و سیاست میں پائی جانے والی نا انصافی، استحصالی سسٹم، چہار سمت بکھرے ہوئے خوف، زیر دستوں کے تئیں زبردستوں کے آمرانہ و ظالمانہ رویے کیخلاف کھلا احتجاج بھی پروین شاکر کی شاعری میں متعدد مقامات پر دیکھنے کو ملتا ہے''۔ ۲۷؎

فہمیدہ ریاض، کشور ناہید اور پروین شاکر کے یہاں معاشرے پر طاری جبر و خوف، مارشل لاء، ادیبوں پر لگی پابندیوں کا ذکر تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ تینوں خواتین کے یہاں مذہبی و معاشرتی قدغنوں میں جکڑی عورت کا مزاحمتی نوحہ بھی سنائی دیتا ہے۔عورت جو کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے ان تینوں شاعرات نے ان عورتوں کا حال بیان کیا ہے جو معاشرتی بندشوں اور مردوں کے صنفی برتری سے رچے معاشرے میں گھٹن بھری زندگی گزارنے کی بجائے عورت کی مزاحمت کی نمایندہ بنتی ہیں۔ان کی یہ نظمیں عورت کو ایک ''وجود'' کی حیثیت سے پیش کرنے کی سعی ہیں۔

فہمیدہ ریاض نے معاشرے میں عورت کو جس حال میں دیکھا، وہ ان کی روح کو گھائل کر گیا۔کہیں عورت کو چادر اور چار دیواری کے نام پر قید رکھا گیا تھا اور کہیں اسے محض بچہ پیدا کرنے کی مشین سمجھا گیا۔اپنی نظم ''چادر اور چار دیواری'' میں لکھتی ہیں:

''سیاہ چادر تو بن چکی ہے مری نہیں آپ کی ضرورت
کہ اس زمیں پر وجود میرا نہیں فقط اک نشانِ شہرت
حیات کی راہ پر جگمگا رہی ہے میری ذہانت
زمین کے رُخ پر جو ہے پسینہ تو جھلملاتی ہے میری محنت
یہ چار دیواری یہ چادر گلی سڑی لاش کو مبارک
کھلی فضاؤں میں بادباں کھول کر بڑھے گا میرا سفینہ
میں آدم نو کی ہم سفر ہوں

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

کہ جس نے جیتی میری بھروسہ بھری قیادت''۔ ۲۸؎

فہمیدہ ریاض کی شاعری روایت شکنی کی عمدہ مثال ہے۔ ستر کی دہائی میں شروع ہونے والی تانیثیت کی تحریک نے ان کی شاعری پر بہت اثر ڈالا۔ ان کی نظمیں ''مقابلہ حسن''، ''اقلیما''، ''چادر اور چار دیواری''، ''ایک لڑکی سے'' خاص طور پر معاشرے میں عورتوں کی حالت زار کو بیان کرتی ہیں۔عدیل عباس عادل نے اپنے مضمون ''فہمیدہ ریاض تانیثی شاعری کا معتبر حوالہ'' میں لکھا ہے:

''ان کی شاعری دور جدید کی عورت کے اندر اٹھتی خود مختاری و روایت شکنی کی خواہش کا واضح اظہار ہے۔ وہ ایک ایسی عورت کی تمنا کو قلم بند کرتی دکھائی دیتی ہیں جو سنگ دل رواجوں کے خستہ حال زنداں سے فرار پا کر رقصِ رندانہ کی مستی سے آزادانہ سرشاری چاہتی ہے''۔ ۲۹؎

ان کی نظم ''ایک لڑکی سے'' میں انھی خیالات کو بیان کیا گیا ہے۔

''یہ اسیر شہزادی
جبر و خوف کی دختر
واہموں کی پروردہ
مصلحت سے ہم بستر
ضعف و یاس کی مادر
جب نجات پائے گی
سانس لے گی درانہ
محو رقصِ رندانہ
اپنی ذات پائے گی''۔ ۳۰؎

ان تینوں خواتین کے کلام میں اس معاشرتی ناانصافی کا تذکرہ ہے جو عورت ہونے کی وجہ سے اس صنف کے نصیب میں لکھ دی گئی ہے۔ کہیں وہ غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہے تو کہیں عزت کے نام پر زندہ درگور کر دی جاتی ہے۔اس استحصال میں پورا معاشرہ یہاں تک کہ ماں بھی لاشعوری طور پر اس ظلم میں شریک ہے۔ پروین شاکر کے یہاں معاشرے میں ہونے والی یہ ناانصافی ''بشیرے کی گھر والی''، ''ٹماٹو کیچپ''، ''ایک مشکل سوال''، ''نک نیم''، ''ورکنگ ویمن'' اور ''لیڈی آف دی ہاؤس'' جیسی نظموں میں بیان کی گئی ہے۔یہ نظمیں جہاں خواتین کو درپیش مسائل کا اظہار کرتی ہیں وہیں شاعرہ کی عمیق بصیرت کا بھی مظہر ہیں۔ عورت کے ساتھ یہ نا انصافی گھر سے شروع ہوتی ہے جب اس کی ماں ہی اس کے بھائی کو اس پر فضیلت عطا کر دیتی ہے۔ نظم ''بشیرے کی گھر والی'' معاشرے کی ایک عام عورت کی زندگی کی کہانی ہے:

'ہے رے تیری کیا اوقات!
دودھ پلانے والے جانوروں میں
اے سب سے کم اوقات
پُرش کی پسلی سے تو تیرا جنم ہوا
اور ہمیشہ پیروں میں تو پہنی گئی
جب ماں جایا پھلواری میں تتلی ہوتا

تیرے پھول سے ہاتھوں میں
تیرے قد سے بڑی جھاڑو ہوتی

پھر بھی مکھن کی ٹکیا
ماں نے ہمیشہ بھیا کی روٹی پر رکھی"۔ ۳۱؎

اسی موضوع پر کشور ناہید نے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ انہیں بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ نا انصافی کا آغاز گھر سے ہی ہو جاتا ہے۔ ان کی نظم "جاروب کش"میں ایسی ہی ایک لڑکی کی کہانی بیان کی گئی ہے جسے بچپن سے ہی گھر کے کام کاج پہ لگا دیا جاتا ہے جبکہ اس سے چھوٹے بھائی صنفی برتری کے زعم میں اس پر حکم چلانے کے لیے آزاد ہیں:

'تم کیوں آٹھ سال چھوٹے بھائی کے غصے بھرے تحکم کو مان کر
کھڑکی سے جھانک کر مسکراتے چہرے
کی تلاش میں آنکھیں چرا لیتی ہو"۔ ۳۲؎

کشور ناہید کی نظمیں عورت کے خلاف اس معاشرتی رویے کی عمدہ عکاس ہیں۔جہاں عورتوں کے حقوق کی بات کرنے والی خواتین کو خاص طور پر صنفی دباؤ کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں قابل گردن زنی سمجھا جاتا ہے۔ وہ سماجی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی ہر لحاظ سے ایک چیلنج ثابت ہوتی ہیں:

"یہ ہم گنہگار عورتیں
جو اہل جبہ کی تمکنت سے نہ رعب کھائیں
نہ جان بیچیں
نہ سر جھکائیں
نہ ہاتھ جوڑیں"۔ ۳۳؎

کشور ناہید کو معاشرے میں وہ عورتیں نظر آتی ہیں جو اگر جائیداد میں حصہ مانگیں تو میکے سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے، اپنے لیے انصاف طلب کریں تو خطا کار کہلاتی ہیں، اپنی پسند کی شادی کا ذکر کریں تو قابل گردن زنی ٹھہرتی ہیں، باہر نکلیں تو بھوکے بھیڑیے انہیں کھانے کو لپکتے ہیں، ان کے سوچنے اور بولنے پر پابندی ہے، یہ معاشرہ جو مرد کو جینے نہیں دیتااس معاشرے میں کوئی عورت کیسے بات کرے اسی لیے انھیں کہنا پڑا:

"اگر تم بات کرنا چاہتی ہو
تو تمھاری سزا موت ہے
اگر تم سانس لینا چاہتی ہو
تو تمھاری جگہ قید خانہ ہے

....

اگر تم سوچنا ہی چاہتی ہو
تو کیواڑوں کو مقفل کر کے چابی کہیں پھینک دو"۔ ۳۴؎

فاطمہ حسن نے کشور ناہید کے انھی موضوعات کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''کشور ناہید کی شاعری میں خصوصاً نثری نظموں میں نسائی شعور اور تلخ حقائق ابھر کر سامنے آتے ہیں جن سے اس عہد کی عورتیں دوچار ہیں''۔ ۳۵؎

پروین شاکر کی نظموں میں بھی معاشرے کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والی عورت کا تذکرہ ہے۔ ایک طرف وہ ''فروغ فرخ زاد'' پر نظم لکھ کر اس کی جرأت کو سلام پیش کرتی ہیں اور دوسری طرف''ایک بری عورت کی کتھا'' جیسی نظم کے ذریعے عورت کی عظمت کو واضح کرتی ہیں۔طاہر جولانی نے اپنے مضمون ''پروین شاکر'' میں لکھا ہے:

''پروین شاکر کی پوری شاعری ان کے جذبات و احساسات کا اظہار ہے جو درد کائنات بن جاتا ہے..........پروین کی شاعری میں عورت کے حوالے سے سماجی رویوں کے خلاف ایک خوددار اور باشعور عورت کا رد عمل ہے''۔ ۳۶؎

عورتوں کو ان کے حقوق کا احساس دلانے، انہیں ان کی ذہانت اور ہنر سے آگاہ کرنے، ایک پدر سری نظام میں ان کو ان کا جائز مقام دلانے کے لیے جو کوششیں کی گئیں وہ بارآور ثابت ہوئیں۔ ماضی کی نسبت اب خواتین زیادہ بہتر زندگی گزار رہی ہیں۔معاشرہ ایک باغ کی مانند ہے جہاں گلوں کے ساتھ ساتھ خار بھی ہیں۔ تتلیاں ہیں تو بھنورے بھی ہیں، باد شیم کے ساتھ ساتھ باد سموم کے تھپیڑے بھی ہیں۔ یہ سارے رنگ ان تینوں کے کلام میں جھلکتے ہیں۔ آج بھی مسائل ہوں یا مقامی تہوار، بڑھتی ہوئی مہنگائی ہو یا اسلحہ کی دوڑ، صوبائیت کا زہر ہو یا افسر اعلیٰ کا مزاج، غربت ہو یا پانی کی کمی کا مسئلہ ہو ان شاعرات کی نظم کی سلطنت بہت وسیع ہے۔ کہیں فہمیدہ ریاض کو عام آدمی عالمی طاقتوں کے سامنے بے بس محسوس ہوا تو کبھی زندگی کی چیرہ دستیاں ''ورلڈ بینک''، ''آدمی کی زندگی''جیسی نظموں سے عیاں ہوئیں۔ذہن زندگی کی اس چیستاں کو بوجھنے کی خواہش کرتا رہتا ہے مگر:

''آدمی کی بات کیوں سنتی نہیں ہے زندگی؟
اس کے کہنے پر کبھی چلتی نہیں کیوں زندگی؟
اک سمندر کے کنارے
ہاتھ پر ٹھوڑی رکھے
سوچتی رہتی ہے کیا؟''۔ ۳۷؎

زندگی کی خود سری اور ضد مٹی کے آدم کا کیا حال کرتی ہے، کہیں بھوکے ننگے کسانوں کی فریاد ہے، کہیں ان کو لوٹنے والے ساہو کارہیں، کہیں یہ نظمیں لالچی تاجروں کی ہوس کا پردہ چاک کرتی ہیں اور کہیں افسران کی چیرہ دستیوں پر لب کشائی کی جرأت دیتی ہیں۔ ان نظموں میں انسان اور آدمی، حق اور باطل، کفر اور ایمان کا کچھ اور ہی مفہوم دکھائی دیتا ہے۔ وہ تمام لوگ جو غاصب ہیں کافر قرار پاتے ہیں اور مظلوم صاحب ایمان۔فہمیدہ ریاض کی نظم ''کافر ہیں'' اسی نکتے کی وضاحت کرتی محسوس ہوتی ہے:

''اس دھرتی پر کب برسے گی برکھا رُت کی نرم پھوار
....
کوئی نیا پیغام نہ سن لیں
ننگے پاؤں بھوکے ہاری
گلی گلی بے حیا بھکاری

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

موٹی گردن والے افسر

توندیں سہلاتے بیوپاری

جیون بھر ذلت اور خواری"۔ ۳۸؎

یہ نظمیں سماجی اور ثقافتی تغیرات کی زد میں آئے ہوئے معاشرے کی داستان ہیں۔ پروین شاکر کی نظموں میں بھی ہمیں معاشرے کا یہ متعفن وجود نظر آتا ہے۔ ان کی نظر بھی معاشرے کے بھوکے بچوں پر پڑتی ہے تو کہیں ریا کار افسروں پر، کہیں وہ سٹیل ملز میں بنیادی انسانی حقوق کو جلتا محسوس کرتی ہیں اور کبھی گھروں اور ہوٹلوں میں کام کرتے بچے ان کے ضمیر کو کچوکے لگاتے ہیں۔اپنی نظم "ا سٹیل ملز کا ایک خصوصی مزدور" میں لکھتی ہیں:

"کالا بھوت

جیسے کوئلے کے نطفے سے جنم لیا ہو

ایک جہنمی درجہ حرارت پر رہتے ہوئے

اس کا کام

دہکتی بھٹی میں کوئلے جھونکتے رہنا تھا

....

اس بھٹی کا ایندھن دراصل وہ خود ہے"۔ ۳۹؎

انسان مزدور ہو یا قلم کار، جہاں کہیں بھی اس پر ظلم ہوتا ہے پروین شاکر کا حساس دل اس کے غم میں شریک ہو جاتا ہے۔ چائلڈ لیبر کے خلاف لکھی گئی نظم "ایک مشکل سوال" میں کہتی ہیں:

"ٹاٹ کے پردوں کے پیچھے سے

ایک بارہ تیرہ سالہ چہرہ جھانکا

وہ چہرہ

بہار کے پھول کی طرح تازہ تھا

....

اس کے ہاتھ

اس کے چہرے سے بیس سال بڑے تھے"۔ ۴۰؎

ان سخن ور خواتینکے مشترک پسندیدہ موضوعات میں سے ایک موضوع معاشرے کی بڑھتی ہوئی مصلحت کوشی، ضمیر اور قلم فروشی ہے۔ وہ اس اخلاقی گراوٹ کا ذکر کرتی ہیں جو کسی بھی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ فہمیدہ ریاض کی کتاب "کیا تم پورا چاند نہ دیکھوگے" ایک طویل نظم ہے جو پانچ ابواب اور ایک آخری گیت پر مشتمل ہے۔یہ پوری نظم ایک رزمیہ کا انداز لیے ہوئے ہے جو معاشرے میں موجود قباحتوں کے بارے میں لکھی گئی ہے۔زندگی میں موجود بے شمار کڑواہٹوں کا بیان اس کتاب کو تلخ بنا دیتا ہے۔ سماج کا کوئی پہلو بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔افسرانِ ذی وقار اور ان کے دفاتر میں خوار ہوتے عوام کے بارے میں لکھتی ہیں:

"افسران مسکرا رہے ہیں

اُف!! اتنی دبیر مسکراہٹ!!

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

بے بسی کے پردے میں عیاری
اور عیاری تو خود ایک پردہ ہے
بے بسی کا!"۔ ۴۱؎

فہمیدہ ریاض کی طرح کشور ناہید نے بھی معاشرے کی بدلتی ہوئی اقدار اور ہوسِ زر کے بڑھتے ہوئے رجحان کو موضوع بنایا ہے۔ لوگوں کے بکتے ہوئے ایمان، سوئے ہوئے ضمیراور بڑھتی ہوئی للچاہٹ ان کی نظم "ہارس ٹریڈنگ" سے عیاں ہے:

"سنو اے بانوئے گفت آشنا نیا قصہ
سجا ہے اک نیا بازار اک نئی منڈی
طلب کرو تو کریں پیش جو بھی حاضر ہے
گھروں کے صحن سے لے کر وطن کی مٹی تک"۔ ۴۲؎

بدلتی ہوئی تہذیب و ثقافت اور ٹوٹتی پھوٹتی معاشرتی اقدار نے، معاشرے کو جس اخلاقی انحطاط اور تنزلی کا شکار کیا اس کا احساس حساس دلوں کو چیر ڈالتا ہے۔پروین شاکر کی نظم "کسے کہ کشتہ نہ شُد" بھی ایسے ہی معاشرتی المیے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

"عبا و جبہ و دستار بے ہنر ٹھہرے
ازل کے کور نظر آج دیدہ ور ٹھہرے
کنارہ کرتے ہوئے دوست شرمسار نہیں
وہ ابتلا ہے کہ سائے کا اعتبارنہیں"۔ ۴۳؎

سچ کہنا اور لکھنا ایک مشکل امر ہے، سچ لکھنے والوں کو ہمیشہ ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ فہمیدہ ریاض کو ضیاء الحق سے ٹکرانے کے جرم میں جلا وطنی کے دکھ اٹھانے پڑے، کشور ناہید کو الزامات، تہمتوں اور دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا، پروین شاکر کو سرکار کا عتاب سہنا پڑا اور ان تمام دقتوں کا بھرپور اظہار ان تینوں کے کلام میں موجود ہے۔فہمیدہ یاض نے کہا:

"اے میرے دیس گواہی دے
اے دھرتی کے ٹکڑے یاد رکھنا
میں نے وہی لکھا ہے جو سچ تھا
تو نے مجھے دیا بھی کیا؟
میرے حصے میں پھنکارتی رات آئی"۔ ۴۴؎

کشور ناہید کو کہنا پڑا:

"بولنے والے ہمارے شہر میں کتنے رہ گئے ہیں
ان کے سر کاٹ کر واقعی سجا لینے چاہئیں
کہ پھر دیکھنے کو بھی ایسے لوگ نہیں ملیں گے"۔ ۴۵؎

پروین شاکر کو بھی اسی قسم کی صورتحال سے نبرد آزما ہونا پڑا:

"حاکم شہر کے ہرکارے نے
آدھی رات کے سناٹے میں

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

میرے گھر کے دروازے پر
دستک دی ہے
اور فرمان سنایا ہے
"آج کے بعد سے
ملک سے باہر جانے کے سب رشتے، خود پر بند سمجھنا
تم نے غلط نظمیں لکھی ہیں"۔ ۴۶؎

ارباب اختیار اور اہل ثروت کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ عوام الناس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے ہیں۔ معاشرے پر ہمیشہ چند سرمایہ دار خاندانوں کی حکومت رہی ہے جو اپنی جیبیں بھرتے رہے اور اس ملک کے عوام کو حشرات الارض کی طرح زندگی کی بھونڈی سی نقل اتارنے پر مجبور کرتے رہے۔یہ حالات کسی بھی حساس دل کو مجروح کر سکتے ہیں۔ ان تینوں شاعرات کا کلام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان کا عمرانی شعور گہرااور عصری حسّیت واضح ہے۔ ان کے لہجے میں محض تلخی ہی نہیں حلاوت بھی ہے، خیالات کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ فن بھی نئے سانچوں میں ڈھلتا ہے، صرف تفکر ہی نہیں دل سوزی بھی ہے؛ مصرعوں میں رس، انداز میں تہہ داری اور لہجے میں درد مندی اسی وقت آتی ہے جب نظر صرف خود پر نہ ہو بلکہ عام انسان اور اس کے دکھ نظر میں سمائے ہوں۔

فہمیدہ ریاض کی نظموں میں معاشرے پرمارشل لاء کا جبر و استبداد، حبس اور گھٹن کی کیفیت زیادہ نمایاں ہے۔ ان کا سیاسی شعور انہیں معاشرے کو ایک خاص نظر سے دیکھنے پر مجبور کر دیتا ہے کیونکہ ان کی ذاتی زندگی بھی اسی جبر و قہر کا شکار رہی۔فرسودہ رسم و رواج اور مذہب کے نام پر روا رکھی گئیں معاشرتی پابندیاں اور ان کا شکار عورت بھی ان کے موضوعات میں شامل ہے۔

کشور ناہیدکے یہاں سیاسی و سماجی گھٹن کے اظہار کے ساتھ ساتھ تانیثیت کا رجحان زیادہ گہرا ہے۔ وہ عورت کی نظر سے معاشرے کو دیکھتی ہیں اور اپنے ہر طرح کے خیالات کا بے باکانہ اظہار کرتی ہیں۔سیاسی و سماجی تبدیلیاں اور معاشرے پر اس کے اثرات ان کا بھی پسندیدہ موضوع ہے۔مگر پروین شاکر کے یہاں معاشرے کی جو عکاسی اور عمرانی موضوعات کی جو رنگا رنگی نظر آتی ہے وہ ان دونوں شاعرات کی نسبت زیادہ ہے۔

پروین شاکر کی نظم کا دائرہ کاربہت وسیع ہے۔ وہ معاشرے میں سیاست کے عمل دخل کے ساتھ ساتھ اہل ہنر کی بے وقعتی اور قلم فروشی کو بھی نظر میں رکھتی ہیں۔ ادبا کے بدلتے رویے کے ساتھ ساتھ وہ عوام الناس کے مزاج میں آنے والی تبدیلیوں پر بھی کڑھتی ہیں، کلرک کی زندگی ہو (ایک UDC کی ڈائری سے)یا شاعرہ کا مقام (ٹماٹو کیچپ) ملکی منظر نامہ ہو (حبس بہت ہے) یا بین الاقوامی مسائل(یاسر عرفات کے لیے ایک نظم)، سندھو دریا کی محبت ہو یا ڈومیسائل کے مسائل، بیوروکریسی کے ہتھکنڈے ہوں یا عام عورت کی کہانی، معاشرے میں سرایت کرتی بے راہ روی کا نقشہ کھینچنا ہو(کلفٹن کے پُل پر) یا کسی خستگی کی زد میں آئے ہوئے کسی شہر کا نوحہ لکھنا ہو (کراچی)، پانی بیچنے اور خریدنے کی تجارت ہو (ایک سوشل ورکر خاتون کا مسئلہ)، افسران کا مزاج ہو (ایک افسر اعلیٰ کا مشورہ) یا دل کی بات (ندامت)، تتلیوں کا سفر نامہ ہو (کالام)یا جگنوؤں کا رت جگہ(سان فرانسسکو)، دوستی کی کہانی ہو یا دشمنی کا قصہ، ایک گھر کی

Vol. 6 No.4 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

خلوت ہو یا معاشرے کا ننگا پن، سخن کی آڑھت ہو (فیض صاحب کے لیے ایک نظم) یا حکومت کے مسائل (ظل الٰہی کے پرابلمز) غرض پروین شاکر کی نظمیں طیف کے تمام رنگوں پر مشتمل ہیں اور یہی عمرانی موضوعات اور رنگ ان کی شاعری کو آفاقیت عطا کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حسن، ڈاکٹر، ادبی سماجیات، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دلی، بار اول، 1983ء، ص
۲۔ difinitions.net
۳۔ ur.m.wikipedia.org
۴۔ prr.hec-gov.pk
۵۔ سلطان شاہد، لاہور کی شاعرات، کتاب نگر، لاہور، 1963ء، ص۴
۶۔ ncpulblog.blogspot.com
۷۔ prr.hec-gov.pk
۸۔ adbimiaras.com
۹۔ فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ، مکتبہ دانیال، کراچی، دوسرا ایڈیشن،1974ء، ص97
۱۰۔ ایضاً،ص97
۱۱۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دلی،1983ء، ص
۔ alifyar.com
۔ https://www.bbc.com>urdu>pakistan
۔ فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ، ص109
۔ adbimiras.com
۱۶۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلیٰ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،2001ء، ص1089
۱۷۔ کشور ناہید، گلیاں، دھوپ، دروازے، مکتبہ عالیہ، لاہور، طبع اول، 1978ء، ص51
۱۸۔ انور سدید، ڈاکٹر، موضوعات، مکتبہ عالیہ، لاہور،۱۹۹۱ء، ص124
۔ کشور ناہید، گلیاں، دھوپ، دروازے، ص 58
•۔ m.thewireurdu.com
۔ پروین شاکر، خوشبو،ماہِ تمام، مراد پبلی کیشنز، اسلام آباد،س ن، ص 56
۲۲۔ پروین شاکر، انکار،ماہ تمام، مراد پبلی کیشنز، اسلام آباد، س ن، ص 151
۔ worldurduassociation.com
۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، تلاش و توازن، خرام پبلی کیشنز،دلی، بار اوّل1968ء، ص ۸
۔ پروین شاکر، انکار، ص59
۲۶۔ پروین شاکر، انکار، ص 60
۲۷۔ qindeelonline.com
۲۸۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،2001ء،ص 345
۲۹۔ www.humsub.com.pk
۳۰۔ فہمیدہ ریاض، یہ امیر شہزادی، سب لعل و گوہر، ص 178
۳۱۔ پروین شاکر، انکار، ص152

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 6 No.4 2023

۳۲۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلیٰ ص 23

۳۳۔ ایضاً، ص 972

۳۴۔ ایضاً، ص 31

۳۵۔ alifyar.com

۳۶۔ m.facebook.com

۳۷۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر، ص 67

۳۸۔ ایضاً، ص 213

۳۹۔ پروین شاکر، انکار،ماہ تمام، ص 93

۴۰۔ ایضا!، ص 162

۴۱۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر، ص276

۴۲۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلیٰ، ص 1139-1140

۴۳۔ پروین شاکر، ماہ تمام، ص 177

۴۴۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر، ص299

۴۵۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلیٰ، ص 154

۴۶۔ پروین شاکر، انکار، ص 62